اجتماعی اجتہاد اور دورِ حاضر میں اس کی ضرورت

مفتی یاسر احمد زیرک

دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر

وحی کا سلسلہ حضور نبی کریمﷺ کی رحلت سے اختتام تک پہنچا، تاہم بموجبِ فرمانِ نبویﷺ(ترکت فیکم امرین، لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنۃ نبیہ)(1) فیوضات اور ہدایت کا سلسلہ تا قیامت جاری وساری رہے گا۔

دورِ نبویﷺ میں چونکہ نبی کریمﷺ کی طرف سے جو بھی ارشاد مبارک صادر ہوتا، صحابہ کرامؓ کے ہاں اس پر عمل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا، چنانچہ(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (الاحزاب:٣٦)) کے مصداق صحابہ کرامؓ سننِ ھدی کے علاوہ سننِ عادیہ کی بھی اتباع ضروری سمجھتے تھے۔اس دور میں فقہ کا مرجع وماخذ براہ راست قرآن وحدیث تھے۔امتِ مسلمہ کے سوالات واشکالات کے جوابات وحی متلو اور غیر متلو کی صورت میں نازل ہوتے رہے۔

حضور اکرمﷺ کی رحلت کے بعد آپﷺ کے صحابہ کرامؓ کی طرف عوام کا رجوع رہا۔چونکہ حضورِ اقدسﷺ کی محفل و مجلس کے فیض یافتہ تھے، اس لیے ان کی فقاہت اور دوراندیشی پر اقوامِ عالم کو اعتماد رہا۔حافظ ابن القیمؒ کے اندازے کے مطابق تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب صحابہ کرامؓ فقہاء تھے، جب کہ بعض نے ایک سو تیس لکھے ہیں۔(2)

مختصرًا یہ کہ مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے علومِ نبویہ باقاعدہ ایک ایسے مرحلے پر پہنچے جہاں اس سے فقہ ایک الگ علم کی حیثیت سے نکل کر مستقل بنیادوں پر مدون ہوئی۔ائمہ اربعہ اور ائمہ اصول فقہ نے فقہ اور اصول فقہ کو نئے طریقوں پر استوار کرکے مدون ومرتب کیا۔

موضوع کا تعارف

اجتماعی اجتہاد کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ حضور اکرمﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مانعینِ زکوۃ اور مرتدین کے حکم پر اجماع قائم کیا۔اسی طرح جدات کے حکم پر بھی اجماع ہوا۔حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے بھی بہت سارے مسائل میں اجتماعی اجتہاد کو بروئے کار لا کر فیصلے صادر فرمائیں، جیسے طاعون وغیرہ کے معاملے میں۔

دورِ نبویﷺ میں بھی صحابہ کرامؓ نے بہت سارے مسائل میں اجتہاد کیا۔چنانچہ جنگ احزاب کے دن جب صحابہ کرامؓ کو حکم ملا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھنی ہے تو ان میں سے بعض نے اجتہاد کرکے نماز راستے میں پڑھ لی۔انہوں نے کہا کہ حضور اکرمﷺ کے فرمان کا مقصد جلدی جانا تھا۔جب کہ صحابہؓ کی ایک جماعت نے نماز مؤخر کرکے رات کے وقت بنی قریظہ میں ادا کی۔(3) اسی طرح حضرت علیؓ کے پاس یمن میں تین آدمی ایک لڑکے کے معاملے میں اپنی خصومت لے آئے۔ہر ایک اسے اپنا بیٹا قرار دے رہا تھا۔حضرت علیؓ نے قرعہ ڈال کر ایک بندے کے حق میں لڑکے کا فیصلہ کر دیا، جب کہ باقی دو آدمیوں کے لیے اسی آدمی سے دو تہائی دیت وصول کر لی۔(4) حضرت علیؓ کے اس فیصلے کی بابت حضور اکرمﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپﷺ کے نواجذ ظاہر ہوگئے۔اسی طرح حضرت سعد بن معاذؓ نے بنی قریظہ کے معاملے میں اجتہاد کرکے فیصلہ صادر فرمایا جس کی باقاعدہ آپﷺ نے تصویب فرمائی اور فرمایا (لقد حکمت فیھم بحکم اللہ) ۔(5)

الغرض فروعی مسائل میں اجتہاد کا دروازہ تا قیامت کھلا ہے۔جب بھی کسی مجتہد یا فقیہ کے سامنے کوئی انوکھا مسئلہ پیش آجائے اور قرآن وسنت میں اس کا کوئی صریح حکم اسے نہ ملے تو قرآن وحدیث کے مسلم اصولوں کو سامنے رکھ کر اس مسئلے کے لیے حل نکالنے کی کوشش کریں۔یہی کوشش و سعی فقہاء کی اصطلاح میں اجتہاد کہلاتی ہے۔اسی طرح اگر کئی مجتہدین آپس میں مل بیٹھ کر کسی چیز کا حکم شرعی جاننے کے لیے تگ ودو کرکے کوئی فیصلہ فرمائیں، تو ان کا یہ عمل اجتماعی اجتہاد کہلائے گا، جو دراصل ہمارا موضوعِ بحث ہے۔

اجتہاد کی لغوی و اصطلاحی تحقیق

اجتہاد عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ باب اِفتعال کا مصدر ہے۔یہ" جهد" بفتح الجيم اور" جُهد" بضم الجيم سے ماخوذ ہے۔جس کا مطلب ہے"طاقت"۔(6)

علامہ ابن منظور اپنی شہرہ آفاق تصنیف" لسان العرب" میں لکھتے ہیں"الجهد الطاقة"یعنی جهد طاقت ہی کو کہتے ہیں۔(7)
دوسری جگہ لکھتے ہیں

"الاجتهاد و التجاهد:بذل الوسع و المجهود" (8)
یعنی اجتہاد اور تجاھد انتہائی محنت اور کوشش کرنے کو کہا جاتا ہے۔

مسلمان مفکرین کی نادر شبیہ

عبدالمجید السوسوہ الشرقی اپنی کتاب "الاجتهاد الجماعي في التشريع الاسلامي" میں لکھتے ہیں:" الاجتهاد بذل الوسع في طلب الامر" یعنی کسی کام کے طلب کرنے میں سخت محنت کرنے کو اجتہاد کہا جاتا ہے۔یہ باب افتعال کا صیغہ ہے اور باب افتعال مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا "اکتسب" کا صیغہ مبالغہ کے لحاظ سے "کسب" پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔لہٰذا لغت میں اجتہاد ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کے لیے انتھائی جدوجہد اور محنت کرنے کا نام ہے۔جس کے حصول کے لیے تکلّف اور مشقّت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر کسی چیز کے حصول کے لیے محنت و مشقّت کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں اجتھاد کا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔لہٰذا"اجتهد في حمل حجر الرحى"یعنی "میں بھاری پتھر کے اٹھانے میں محنت کرتا ہوں"تو درست ہے لیکن "اجتهد في حمل حصا" یعنی"میں ایک کنکری اٹھانے میں محنت کرتا ہوں"درست نہیں ہے۔(9)

اصطلاحی تحقیق

اجتہاد کی اصطلاحی تحقیق کرتے ہوئے متقدمین و متاخرین فقہائے کرام اور اصولیین نے اپنے علم وفہم اور زمانے کے اعتبار سے مختلف قسم کی تعریفات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔چنانچہ

١۔ علامہ کمال الدین ابن ہمامؒ کے ہاں اجتہاد کی تعریف یہ ہے۔

"وهو ان يبذل جهده في طلب الظن بحكم شرعي عن هذه الادلة" (10)
یعنی ادلہ اربعہ میں انتہائی محنت اور فکر کرنے کے بعد ایک ظنی حکمِ شرعی حاصل کرنا اجتہاد ہے۔

صاحب تیسیر التحریر اور ابن امیر الحاج،علامہ ابن ھمامؒ کے حوالے سے اجتہاد کی تعریف کچھ یوں نقل کرتے ہیں:

"بذل الطاقة من الفقيه في تحصيل حكم شرعي ظني"(11)
یعنی کسی ظنی شرعی حکم کے حاصل کرنے کے لیے فقیہ کی قوت صرف کرنے کا نام اجتہاد ہے۔

۲۔ علامہ جرجانیؒ لکھتے ہیں:

"استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی"(12)
یعنی کسی ظنی شرعی حکم جاننے کے لیے فقیہ کا انتہائی متوجہ ہو کر محنت کرنا اجتہاد ہے۔

عبد المجید السوسوہ الشرفی نے اسی تعریف کو جامع مانع قرار دیتے ہوئے مختار کہا ہے۔

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں لکھتے ہیں:

"حقیقة الاجتهاد علی مایفهم من کلام العلماء استفراغ الجهد فی ادراک الاحکام الشریعة الفرعیة عن ادلتها التفصیلیة الراجعة کلیاتها الی اربعة اقسام الکتاب والسنة والاجماع والقیاس۔ ویفهم من هذا انه اعم من ان یکون استفراغا فی ادراک حکم ماسبق التکلم فیه من العلماء السابقین او لا، وافقهم فی ذالک او خالف، ومن ان یکون ذالک باعانة البعض فی التنبیه علی صور المسائل والتنبیه علی مآخذ الاحکام من الادلة التفصیلیة او بغیر اعانة منه"(13)

یعنی اجتہاد شریعت کے فروعی احکامات کو ان کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنے میں بھرپور محنت کرنے کا نام ہے۔یہ دلائل چارقسم کے ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔اس سے معلوم ہوا کہ چاہے اس مسئلہ پر گزشتہ علماء نے بھی بحث کی ہو یا نہ کی ہو،اب اجتہاد کرنے والا گزشتہ علماء کی رائے سے اتفاق رکھتا ہو یا اختلاف۔احکام کے مآخذ یعنی دلائل اور مسائل کی صورتوں سے آگہی میں کسی اور نے بھی تعاون کیا ہو یا نہ کیا ہو، بہر صورت یہ کوشش اجتہاد ہے۔

۴۔علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں:

"بذل الوسع فی نیل حکم شرعی عملی بطریق الاستنباط" (14)
استنباط کے طریقے پر کسی عملی حکمِ شرعی حاصل کرنے کے لیے وسعت بھر محنت کرنا۔

مہا سعد نے علامہ شوکانیؒ کی ذکر کردہ تعریف کو سب سے بہترین قرار دیا۔وہ لکھتی ہیں کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے، غیر ضروری چیزوں سے خالی ہے، جامع مانع ہے، حکمِ مجتہد فیہ کو لفظِ شرعی کے ساتھ مقید کیا۔اس میں استنباط کے قید کااضافہ کیا، کیونکہ اجتہاد نصوص کے ظاہر سے نہیں ہوتا بلکہ استنباط سے ہوتا ہے۔اسی طرح یہ علماء کے اعتراضات سے بھی محفوظ ہے۔(15)

اجتماعی اجتہاد

اجتماعی اجتہاد کی تعریف عبد المجید السوسوہ الشرفی نے ان الفاظ میں کی ہے:

"الاجتهاد الجماعی هو: استفراغ اغلب الفقهاء الجهد لتحصيل ظن بحكم شرعی بطريق الاستنباط، و اتفاقهم جميعا او اغلبهم على الحكم بعد التشاور"

اکثر فقہا کا استنباط کے ذریعے کسی حکم شرعی کو ظنی طور پر معلوم کرنے اور پھر اس حکم پر باہمی مشاورت کے بعد سب کا یا اکثریت کا متفق ہو جانا اجتماعی اجتہاد کہلاتا ہے۔

تعریف میں اغلب الفقہاء ذکر کرنے سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اجتماعی اجتہاد انفرادی اجتہاد سے مختلف ہے۔اس لیے کہ اجتماعی اجتہاد دراصل مجتہدین کی ایک جماعت کی محنت اور کاوش ہوتی ہے، جب کہ انفرادی اجتہاد ایک مجتہد کی کاوش ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تعریف میں ایک قید"واتفاقهم جميعا او اغلبهم على الحكم" ذکر کرکے یہ واضح کیا کہ مجتہدین کی پوری جماعت یا اُن میں سے اکثر ایک بات اور رائے پر متفق ہو جائے تو یہ اجتماعی اجتہاد متصور ہوگا، بصورتِ دیگر یہ ذاتی اور انفرادی رائے ہی متصور کی جائے گی۔

اسی قید کو اگر ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو اس سے اجتماعی اجتہاد اور اجماع میں فرق بھی واضح ہو رہا ہے، کیونکہ اجماع میں امتِ محمدی ﷺ کے تمام مجتہدین کا اتفاق ضروری ہوتا ہے، جب کہ اجتماعی اجتہاد میں چند مجتہدین یا اکثر مجتہدین اگر ایک رائے پر متفق ہو جائیں تو یہ بھی کافی ہے۔گویا اگر کسی اجتہادی حکم پر تمام کے تمام مجتہدین متفق ہو گئے تو یہ اجماع کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔

اجتماعی اجتہاد کی ذکر کردہ تعریف میں تیسری شرط "بعد التشاور" ذکر کرنے سے یہ واضح ہوا کہ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حاصل شدہ حکم کے لیے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ عمل میں شریک تمام اہلِ علم کا آپس میں آراء کا تبادلہ ہو چکا ہو، کافی غوروخوض اور گفت وشنید اور باہمی مشاورت کے بعد اسی حکم پر ان سب کا اتفاق ہو جائے، تو یہ اجتماعی اجتہاد کہلائے گا۔اگر بالفرض مذکورہ مجتہدین نے آپس میں کوئی مشاورت نہیں کی اور اتفاقی طور سے کسی حکمِ شرعی کے سلسلے میں ان سب کی آراء ایک دوسرے کے موافق رہی تو یہ اجتماعی اجتہاد نہیں ہوگا، بلکہ یہ اجتہاد میں موافقت کہلایا جا سکتا ہے۔اسی طرح اسی

قید سے بھی اجماع اور اجتماعی اجتہاد کا فرق واضح ہو رہا ہے کیونکہ اجماع کے لیے مجتہدین کی کوئی مشاورت ضروری نہیں ہے۔اگر اتفاقی طور سے بھی امتِ مسلمہ کے تمام مجتہدین ایک حکم شرعی پر متفق ہو گئے تو اجماع کہلائے گا، جب کہ اجتماعی اجتہاد کے لیے مجتہدین کی مشاورت شرط ہے۔(16)

اجتماعی اجتہاد کی حجیت

اجتماعی اجتہاد کی حجیت کو دو حوالوں سے زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔پہلا حوالہ مجتہد کی طرف نسبت کرنے کا ہے،اس سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کا اپنا اجتہاد اس کی ذات کے حق میں حجت ملزمہ ہوتا ہے یعنی اس کے لیے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا اس کے لیے قطعاً جائز نہیں ہوتا کیونکہ مجتہد کے لیے کسی دوسرے کی تقلید کرنا جائز نہیں۔(17) ہاں اگر اسے کسی

دوسرے مجتہد کا اجتہاد اپنے اجتہاد کے مقابلے میں راجح اور درست نظر آئے تو یہ پھر اس پر عمل کر سکتا ہے، لیکن یہ پھر بھی تقلید نہیں ہوگی بلکہ یہ اجتہاد جدید کے زمرے میں آئے گا۔

دوسرا حوالہ عام مسلمانوں کی طرف نسبت کرنے کا ہے، یعنی عام مسلمانوں پر یہ لازم نہیں کہ وہ کسی خاص مجتہد کے اجتہاد پر عمل کریں، بلکہ ان کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک مجتہد کے اجتہاد کو چھوڑ کر کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد کو قبول کریں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مجتہد کسی حکم کا استنباط غلبہ ظن کی بنیاد پر کرتا ہے جو کہ نص قطعی ہے اور نہ ہی اجماع کہ اس میں اختلاف کا احتمال ہی نہ رہے۔

مندرجہ بالا تفصیل انفرادی اجتہاد کے سلسلے میں ہے اور اگر ہم اس کی تطبیق اجتماعی اجتہاد پر کریں تو اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی حجیت انفرادی اجتہاد سے قوی ہے۔وہاں صرف ایک مجتہد کی رائے ہوتی ہے، جب کہ اجتماعی اجتہاد میں کسی حکم شرعی پر اکثر مجتہدین کا اتفاق ہوتا ہے۔یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اجتماعی اجتہاد اجماع اصولی کی طرح ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے:

اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ اجماع نہیں کیونکہ اجماع میں تمام مجتہدین کا اتفاق ضروری ہوتا ہے، جب کہ اجتماعی اجتہاد میں تمام مجتہدین کا اتفاق نہیں ہوتا، بلکہ اکثر کی رائے کو اختیار کیا جاتا ہے۔یہ حضرات اپنے موقف کے حق میں حضرت ابن عباسؓ کا عمل پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے عول، ربا الفضل اور متعہ جیسے مسائل میں اکثریت کی مخالفت کی۔اگر اکثر کی رائے حجیت کے لحاظ سے اجماع کی طرح ہوتی تو صحابہ کرامؓ حضرت ابن عباسؓ پر نکیر فرماتے اور انہیں غلطی پر سمجھتے، حالانکہ نفس الامر میں اس طرح نہیں ہے۔البتہ بعض علماء کی رائے میں اجتماعی اجتہاد حجیت کے سلسلے میں اجماع کی طرح ہے کیونکہ اجماع اکثریت کی رائے سے منعقد ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن جریر الطبری، ابو بکر الرازی، ابوالحسن الخیاط اور بعض معتزلہ اس کے قائل ہے۔امام احمد بن حنبل سے بھی ایک قول اس طرح منقول ہے۔(18)

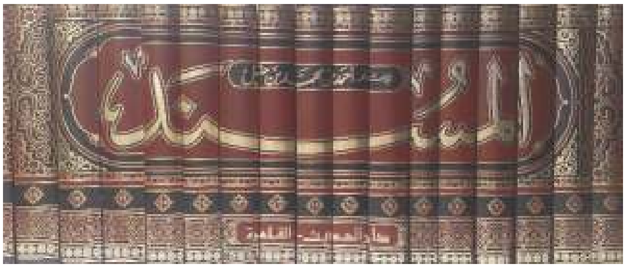

دورِ نبویﷺ میں اجتہاد

علماء کی ایک جماعت حضور پاکﷺ کے اجتہاد کی قائل نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صراحت سے ارشاد فرمایا ہے:

وماینطق عن الھوی۔ان ھو الا وحی یوحی۔ (النجم:۳،۴)

(اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے)۔(19)

لیکن جمہور فقہا حضور پاکﷺ کے اجتہاد کے قائل ہیں۔امام ابویوسفؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور اکثر اصولیین اس بات کے قائل ہیں کہ حضور پاکﷺ کو احکام شرعیہ میں بھی اجتہاد کرنے کا حکم تھا۔(20) یہی رائے قاضی بیضاویؒ اور امام رازیؒ کی بھی ہے۔(21) امام غزالیؒ نے اسے راجح لکھا ہے۔(22) احناف کے ہاں حضور پاکﷺ کا اجتہاد صرف قیاس کے ساتھ خاص ہے۔علامہ بہاریؒ لکھتے ہیں" ثبت ان النبیﷺ اجتھد فی الاحکام ،وھو فی حقہ قیاس فقط"(23) یعنی نبی کریمﷺ احکام میں اجتہاد فرماتے تھے اور آپﷺ کے حق میں اجتہاد صرف قیاس ہے یعنی قیاس کے ذریعے اجتہاد کرنا۔امام سرخسیؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضور پاکﷺ کو کسی بھی واقعہ میں وحی کے انتظار کرنے کا حکم تھا، اگر پھر بھی وحی نازل نہیں ہوتی تو پھر آپﷺ کو اجتہاد کرنے کی اجازت ہوتی۔اگر آپﷺ سے اجتہاد میں اللہ تعالی کی منشا کے خلاف کوئی کام ہو جاتا

تو اللہ تعالی آپ ﷺ کو متنبہ فرمادیتے۔ لہٰذا اگر حضور پاک ﷺ نے کسی امر کی بابت اجتہاد فرمایا ہو اور اللہ تعالی کی جانب سے اس پر کوئی تردید نازل نہ ہوئی ہو تو یہ اس اجتہاد کے قطعی ہونے کی علامت ہے۔(24) دراصل اس میں مختار قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قواعد میں اجتہاد نہیں کرتے تھے، البتہ فروعات میں اجتہاد کرتے تھے، (25) جیسے کہ حضرت عمر کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (ارایت لو تمضمضت بماء وانت صائم) (26) یعنی تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر تم روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کرو؟حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس سے تو روزہ نہیں ٹوٹتا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بوسہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ گویا آپ ﷺ نے پینے کی تمہید، منہ میں پانی ڈالنے کے عمل پر جماع کی تمہید بوسہ کو قیاس فرمایا۔(27)

علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں: "أول من قام بهذا المنصب الشريف سيد المرسلين" (28) یعنی اس امت کے سب سے پہلے مفتی جناب محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں :"وشاورهم في الامر" اور ان سے خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔ (29) اسی آیت میں حضور پاک ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا، گویا کہ آپ ﷺ کو اجتہاد کرنے کا حکم ہوا کہ اپنے صحابہ سے مشورہ کر لیا کریں، جب ان کی آراء آپ ﷺ کے سامنے آجائیں تو پھر موقع ومصلحت کے مناسب اجتہاد کرکے مسئلے کا حل نکال لیں۔ یہ عمل اجتماعی اجتہاد کہلاتا ہے جو کہ دراصل ہمارا موضوع بحث ہے۔

اسی طرح امام ابوداودؒ اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنھا کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ دو آدمیوں کا میراث کے معاملے میں آپس میں اختلاف ہوا۔ دونوں دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے لیکن گواہ کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔ حضور پاک ﷺ نے دونوں کا دعوی سنا اور فرمایا کہ میں بھی انسان ہوں اور تم لوگ میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو۔ ممکن ہے کہ ایک فریق اپنی چرب زبانی سے دوسرے فریق پر غالب آجائے، اور اس کے بیان پر میں اس کے حق میں فیصلہ کردوں، حالانکہ حقیقت میں حق اس کو ملنا نہیں تھا، بلکہ اس کے مدمقابل کا حق تھا تو میرے فیصلے کے باوجود اس کو لینا درست نہیں ہے۔ اور اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں اسے جہنم کی آگ دے رہا ہوں۔ یہ سن کر دونوں حضرات رونے لگے اور ہر ایک نے دوسرے کے حق میں دست برداری اختیار کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا "انما اقضی بینکم برائی فیمالم ینزل علی فیه" (30) ۔جس امر کے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تو میں اپنی رائے سے تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔

دور نبوی ﷺ میں اجتماعی اجتہاد کی مثالیں

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ دورِ نبوی ﷺ میں انفرادی اور اجتماعی اجتہاد اور استنباط کا سلسلہ جاری رہا۔خود حضور پاک ﷺ شرعی، انتظامی، معاشرتی، جنگی اور دیگر کئی سارے مسائل میں صحابہ کرامؓ سے مشاورت کرنے کے بعد اجتہاد کے ذریعے کوئی لائحہ عمل طے کرتے تھے، جو کہ اجتماعی اجتہاد کا ایک نمونہ ہے۔ چنانچہ ایسے امور وواقعات ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

ا: اذان کے بارے میں مشاورت

حضور پاک ﷺ نے جب صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں نماز باجماعت ادا کرنا شروع کی تو یہ مسئلہ پیش آیا کہ نماز کے اوقات میں لوگوں کو مسجد کی طرف کیسے بلایا جائے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کی طرف سے مختلف آراء سامنے

آئیں۔امام ابن ماجہ کی روایت کے مطابق بعض صحابہؓ نے بگل بجانے کا مشورہ دیا جسے آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناپسند فرمایا۔بعض صحابہؓ کی طرف سے ناقوس بجانے کا مشورہ دیا گیا لیکن اسے بھی نصاری کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے رد کر دیا گیا۔اسی رات ایک انصاری صحابی حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ نے اذان کا طریقہ خواب میں دیکھا۔حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے وہ اذان حضور ﷺ کے سامنے پیش کی تو آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یہ خواب میں نے بھی دیکھا تھا، لیکن عبداللہ بن زیدؓ مجھ سے سبقت لے گئے۔اسی روایت میں امام زہریؒ کے حوالے سے یہ تذکرہ بھی ہے کہ صبح کی اذان میں "الصلوۃ خیر من النوم" کا اضافہ حضرت بلالؓ نے کیا، جسے نبی کریم ﷺ نے برقرار رکھا۔(31)

قاضی ابو بکر ابن العربی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے اصول فقہ کے ایک اہم اصول کی طرف اشارہ ملتا ہے جو کہ دین کے معاملے میں قیاس اور اجتہاد کے ذریعے کلام کرنا ہے۔نبی ﷺ نے اذان کے سلسلے میں وحی کا انتظار نہیں کیا بلکہ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا، تاکہ شریعت کے اصول سے کچھ استنباط کر لیں۔(32)

۲: جنگ احزاب کے موقع پر مشاورت

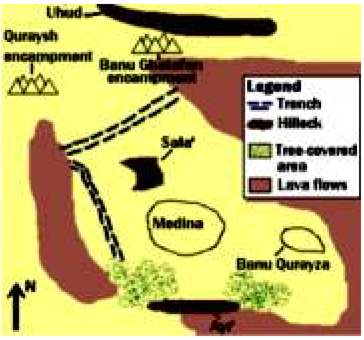

جنگِ احزاب کا نقشہ

جنگِ احزاب کے موقع پر مدینے کے ارد گرد خندق کھودنا حضرت سلمان فارسیؓ سے مشورہ کرنے کا نتیجہ تھا۔اسی طرح غزوہ احد میں میدان جنگ کے لیے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کرنے کے بعد جگہ کا انتخاب کیا گیا۔غزوہ احزاب کے موقع پر جب اہل مدینہ کو انتہائی کٹھن اور ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہونا پڑا تو نبی کریم ﷺ نے کفارِ عرب کے حوصلے پست کرنے کی خاطر قبیلہ بنو غطفان سے مصالحت کا ارادہ کیا کہ اگر یہ کفار سے الگ ہو جائیں تو ہم انہیں مدینہ کے کھجور کی پیداوار میں سے ایک تہائی دے دیں گے۔حضورِ پاک ﷺ نے اسی ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ کیا۔ان حضرات کی آراء سامنے آنے کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو غطفان سے صلح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

۳: غزوہ حنین کے قیدیوں سے متعلق مشاورت

غزوہ حنین کا مقام

غزوہ حنین کے قیدیوں کو بغیر کسی معاوضے کے آزاد کرنے کے بارے میں بھی حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ دائرہ اسلام میں نئے نئے داخل ہونے والے لوگ اس کے حق میں نہیں تھے، تاہم ان کے قائدین کو آپ ﷺ نے بلایا۔آپس میں غوروفکر کرنے کے بعد سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ قیدیوں کو جلد از جلد بغیر کسی معاوضے کے رہا کر دیا جائے۔چنانچہ تقریباً ٦٠٠ قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔(33)

۴: منبر بنوانے کا معاملہ

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں کھجور کے ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ایک دفعہ آپ ﷺ کو منبر بنوانے کا خیال ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے مسلمانوں میں سے اہل الرائے کے ساتھ مشورہ کیا۔انہوں نے بھی مشورہ دیا کہ آپ ﷺ ایک منبر بنوالیں۔آپ ﷺ نے منبر بنوا لیا۔جمعے کے دن جب آپ ﷺ خطبہ دینے کے لیے منبر پر بیٹھنے لگے تو کھجور کے ستون نے رونا شروع کیا جس سے لوگ ڈر گئے۔حضور پاک ﷺ اپنی جگہ سے اٹھے، ستون کے پاس جا کر اسے چھو لیا، جس کے بعد ستون کی آواز رک گئی۔(34)

۵: غزوہ بدر کے موقع پر صحابہ کرام سے مشاورت

غزوہ بدر کا مقام

اسلامی تاریخ میں غزوہ بدر پہلی لڑائی ہے جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان لڑی گئی۔ دراصل ابو سفیان کا قافلہ تجارتی ساز وسامان سے لیس ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ تھا۔ حضور پاکﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے باہمی مشاورت کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ معاشی طور پر ان کو مفلوج کرنے کی خاطر ان کا راستہ روک دینا چاہئے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں امام مسلمؒ حضرت انس کے حوالے سے یہ روایت کچھ یوں نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ إِيَّانَا تُرِيدُ يَا رَسُولَ اللّٰہِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا۔ (35)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور پاکﷺ کو جب ابو سفیان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بات کی تو آپﷺ نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے بات کی مگر آپﷺ نے پھر بھی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: یقیناً آپؐ ہم ہی سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر آپؐ ہمیں حکم کریں کہ ہم اپنے گھوڑوں کے ساتھ دریا میں کود جائیں تو ہم ضرور بالضرور ایسا ہی کریں گے۔ اور اگر آپﷺ ہمیں حکم کریں کہ ہم اپنے گھوڑوں کو "برک غماد" تک دوڑا دیں تو بھی ہم یہ کر گزریں گے۔ تو رسول اللہﷺ نے لوگوں کو منتخب کیا، یہاں تک کہ وہ نکلے اور میدان بدر میں اتر گئے۔ (36)

٦: حضرت معاذ بن جبلؓ کی گورنری کا مسئلہ

حضور پاکﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپﷺ نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "لولا انک استشرتنا ماتکلمنا" یعنی اگر آپﷺ ہم سے مشورہ طلب نہ بھی کرتے تو پھر بھی ہم کچھ نہیں کہتے۔ اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا "انی فیما لم یوحی الی کأحدکم" یعنی جن مسائل میں وحی نازل نہ ہوتی ہو، ان میں، میں تم جیسے ایک فرد کی طرح ہوں۔ (37)

۷: واقعہ افک اور حضورﷺ کا طرز عمل

منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کی شان میں جب الزام تراشی کی جرأت کی تو آپﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ام المومنین کے متعلق جدائی اختیار کرنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ میں تو آپؐ کے اہل وعیال میں خیر کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ جب کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کے علاوہ عورتیں بہت ہیں۔ اللہ نے تو اس معاملے میں آپؐ پر کوئی تنگی نہیں رکھی، البتہ آپؐ حضرت بریرہؓ سے پوچھیں، وہ بہتر طور پر بتا سکتی ہے۔ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی لونڈی تھی۔ آپؐ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا، میں نے تو ان میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی، سوائے اس کے کہ وہ بہت چھوٹی ہے۔ گھر کے آٹے سے غافل ہو کر سو جاتی ہے تو بکری آکر اسے کھا لیتی ہے۔ (38)

صحابہ کرامؓ حضور اکرمﷺ کی موجودگی میں اجتہاد نہیں کرتے تھے، البتہ جب آپﷺ سے ایک فرسخ یا کئی فرسخ کے فاصلے پر ہوتے تو پھر اجتہاد کرتے تھے۔حافظ ابن القیمؒ "اعلام الموقعین" میں صحابہ کرامؓ کے متعلق کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"فتحوا للعلماء باب الاجتهاد، و نهجوا لهم طريقه، و بينوا لهم سبيله"۔ (39)

یعنی صحابہ کرامؓ ہی وہ جماعت ہے جنھوں نے اجتہاد کا دروازہ کھول کر امت کے لیے راستہ ہموار کر لیا۔

دراصل اجتہاد کے سلسلے کا سارا مدار حضرت معاذ بن جبلؓ کی مشہور حدیث ہے جس کی روایت امام ابو داودؒ نے کچھ یوں کی ہے:

عن معاذ ان رسول اللهﷺ لما بعثه الى اليمن قال: كيف تصنع ان عرض لك قضاء؟ قال: اقضى بما فى كتاب الله، قال: فان لم يكن فى كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول اللهﷺ قال: فان لم يكن فى سنة رسول اللهﷺ قال: اجتهد رأيى لا آلو، قال: فضرب رسول اللهﷺ صدرى ثم قال: "الحمد لله الذى وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول اللهﷺ (40)

گویا کہ یہ حدیث اجتہاد کا منبع ہے تاہم اجتہاد ایسے مسائل میں معتبر ہے جہاں قرآن وسنت میں اس کے متعلق کوئی صراحت نہ ہو۔جہاں پر قرآن و سنت میں نظیر موجود ہو، وہاں اجتہاد کا راستہ اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا:

"اذا سمعت عن رسول اللهﷺ حديثا فلا تضرب له الامثال" (41)

یعنی جب آپ کے پاس حضورﷺ کی حدیث پہنچ جائے تو پھر اس کے لیے مثالیں مت بیان کرو۔

الغرض انفرادی اور اجتماعی طور سے باقاعدہ اجتہادات کا سلسلہ جاری رہا، چنانچہ محمد الحضری صاحب لکھتے ہیں:

"ان الاجتهاد الجماعى كان منهجا متبعا فى عهد ابى بكر و عمر رضى الله عنهما، و لم ينكر احد من الصحابة، فكان ذالك موافقة منهم على فعلهما" (42)

اجتماعی اجتہاد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں ایک قابل عمل اصول تھا۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں کی، جو کہ شیخین کے ساتھ اتفاق کی دلیل ہے۔

چنانچہ امام دارمیؒ میمون بن مہران کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"كَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ الْخَصْمُ نَظَرَ فِى كِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ وَجَدَ فِيهِ مَا يَقْضِى بَيْنَهُمْ قَضَى بِهِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِى الْكِتَابِ وَعَلِمَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِى ذَلِكَ الأَمْرِ سُنَّةً قَضَى بِهِ، فَإِنْ أَعْيَاهُ خَرَجَ فَسَأَلَ الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ: أَتَانِى كَذَا وَكَذَا فَهَلْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَضَى فِى ذَلِكَ بِقَضَاءٍ؟ فَرُبَّمَا اجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّفَرُ كُلُّهُمْ يَذْكُرُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِيهِ قَضَاءً، فَيَقُولُ أَبُو بَكْرٍ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِى جَعَلَ فِينَا مَنْ يَحْفَظُ عَلَى نَبِيِّنَا. فَإِنْ أَعْيَاهُ أَنْ يَجِدَ فِيهِ سُنَّةً مِنَ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- جَمَعَ رُءُوسَ النَّاسِ وَخِيَارَهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَإِنْ أَجْمَعَ رَأْيُهُمْ عَلَى أَمْرٍ قَضَى بِهِ"(43)

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو قرآن کریم میں اس کا حل تلاش کر کے فیصلہ کر دیتے۔ اگر قرآن کریم میں انہیں حکم نہ ملتا اور رسول کریم ﷺ کی سنت مبارکہ میں سے کچھ ملتا تو اس پر فیصلہ فرما دیتے۔ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں سے بھی انہیں کچھ نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے کہ میرے پاس یہ یہ مسئلہ آیا ہے۔ کیا آپ میں سے کسی کو اس طرح کے مسئلے میں حضور پاک ﷺ کا کوئی فیصلہ معلوم ہے؟ بعض اوقات کئی سارے افراد جمع ہو کر حضور پاک ﷺ کے کسی فیصلے کا ذکر کر دیتے، تو حضرت ابو بکر فرماتے: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے ہم میں ایسے افراد پیدا کیے جو ہمارے نبی ﷺ کی باتیں محفوظ کرتے ہیں۔ اور اگر سنت نبوی ﷺ میں بھی کچھ نہیں ملتا تو لوگوں میں سے اہل علم کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کر لیتے، جب وہ سب کسی بات پر متفق ہو جاتے تو اسی پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فیصلہ فرما دیتے۔

اسی طرح علامہ ابن القیمؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے متعلق رقم طراز ہیں:

"وکان عمر اذا لم یجد فی القضیة کتابا ولا سنة ولا قضاء من ابی بکر، دعا رءوس المسلمین وعلماء هم فاستشارهم، فاذا اجتمع رأیهم علی امر قضی به" (44)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی معاملے میں قرآن کریم یا سنت نبوی ﷺ یا حضرت ابو بکرؓ کے فیصلوں میں سے کوئی فیصلہ نہ ملتا تو پھر مسلمانوں کے باا ثر اور صاحب علم افراد کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کرتے، تو جب وہ سب کسی بات پر متفق ہو جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر فیصلہ فرما دیتے۔

مذکورہ روایات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے اجتماعی اجتہاد کے حوالے سے نہایت صریح ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے واقعات اور آثار موجود ہیں جو باقاعدہ صحابہ کرام کے اجتماعی اجتہاد پر دلالت کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔

۱: خلیفہ اول کی تقرری

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد صحابہ کرامؓ نے باہمی مشاورت کر کے حضرت ابو بکرؓ صدیق کی تقرری بطور خلیفہ اول کر دی۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت کا مفہوم ہے کہ: انصار نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر مقرر کرتے ہیں۔ اسی طرح مہاجرین نے کہا کہ امیر ہم میں سے ہوگا۔ بعض انصار حضرات کی طرف سے یہ رائے بھی سامنے آگئی کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر مہاجرین میں سے ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امیر ہم میں سے ہوگا، لہٰذا حضرت عمر کی بیعت کر لو یا پھر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں! ہم آپ ہی کی بیعت کریں گے، کیونکہ آپ ہم سب میں سے بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہو۔ چنانچہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کی بیعت کی۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام نے بھی بیعت کی۔ (45)

۲۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کا مسئلہ

حضور پاک ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بعض مرتد قبائل کی طرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں ۷۰۰ افراد کا ایک لشکر روانہ کیا۔ جب وہ لشکر وادی ذی خشب تک پہنچ گیا تو حضور پاک ﷺ دنیا سے رحلت کر گئے۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تقرری بطور خلیفہ اول ہوئی۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مشورہ دیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور اس کے لشکر کو واپس بلایا جائے۔ کیونکہ ایک طرف تو مرتدین کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف مانعین زکوۃ کا فتنہ برپا ہوا، لہٰذا ایسی نازک صورت حال میں ہمیں خارجی

مسائل کے بجائے اپنے اندرونی مسائل کے حل کی طرف توجہ دینی چاہیئے تاکہ ہم اندرونی سطح پر عدم استحکام کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ روایت میں حضرت ابو بکر کے ذکر کردہ تاریخی الفاظ ملاحظہ ہوں:

"والذی لا الہ غیرہ، ما رددت جیشا وجھہ رسول اللہ"(46)

ترجمہ: اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جسے اللہ کے رسول ﷺ نے بھیجا ہے۔(47)

۳۔ مرتدین کا مسئلہ

حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کئی سارے فتنے رونما ہوئے۔ بعض قبائل زکوۃ کے منکر بن گئے۔ جب کہ بعض لوگ تو مکمل طور سے دین اسلام سے منحرف ہوگئے، جیسے بنی حنیفہ کے لوگ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی تصدیق کر کے ان کے پیروکار بن گئے۔ اسی طرح اہل یمن میں سے بعض لوگ اسود عنسی کی نبوت کی تصدیق کر گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے قتال کا ارادہ کیا تو بعض صحابہؓ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ لیکن بالآخر تمام صحابہ کرامؓ مرتدین کے ساتھ قتال کرنے کے معاملے پر متفق ہوگئے۔ (48) یہ روایت امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداود، امام نسائی اور دیگر بہت سارے رواۃ حدیث نے نقل کی ہے۔

الغرض اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں، جن میں باقاعدہ صحابہ کرامؓ نے اجتماعی اجتہاد کر کے مسائل کا حل نکالا، جس میں جمع قرآن کا مسئلہ، (49) اور جنگی امور میں باہمی مشاورت کا مسئلہ (50) قابل ذکر ہیں۔

دور فاروقی میں شراب کی حد کے بارے میں اجتماعی اجتہاد

ابتدائے اسلام میں تدریجی طور سے شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوتا رہا۔ جب مسلمان اس کے ساتھ مانوس ہوگئے تو قطعی طور پر اس کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ اس کے بعد جب کوئی بندہ شراب پینے کی جسارت کرتا تو دربار نبوی ﷺ سے اس کو سزا دینے کے احکامات جاری ہوتے، چنانچہ امام نسائیؒ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"ان الشراب کانوا یضربون فی عھد رسول اللہ ﷺ بالایدی والنعال والعصی حتی توفی رسول اللہ ﷺ" (51)

یعنی شراب پینے والوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہاتھوں، جوتوں اور عصا کے ذریعے مارا جاتا تھا۔

شراب پینے کی کوئی متعین سزا مقرر نہیں تھی، البتہ بعض صحابہ کرامؓ اس کی گنتی کر لیتے تو عموماً چالیس کوڑے شمارے میں آتے۔(52) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی یہی سزا رائج رہی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت شروع ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ بھی شرابی کو چالیس کوڑے لگاتے رہے۔ تاہم ایک دفعہ ایک شخص کو لایا گیا جو شراب پی چکا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر شراب کی مقررہ حد لگانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اس نے قرآن کریم کی ایک آیت

کا غلط سہارا لیتے ہوئے اعتراض کیا۔(53) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے مشورہ کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ایک شخص جب شراب پیتا ہے تو وہ عقل کھو دیتا ہے اور عقل کھونے پر وہ منہ سے مغلظات نکالتا ہے اور بعض اوقات کسی پر تہمت بھی لگا دیتا ہے، اور تہمت کی سزا چونکہ ۸۰ کوڑے ہے، لہٰذا اس کی سزا بھی ۸۰ کوڑے مقرر کرنی چاہئے۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو ۸۰ کوڑے لگائے۔(54)

ام الولد کے آزاد قرار دینے کا فیصلہ:

اگر ایک شخص کی لونڈی کے بطن سے اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو اس لونڈی کو ام الولد کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالک کی وفات کے بعد ام الولد کے آزاد ہونے یا بدستور ملکیت میں رہ کر میراث کا حصہ بننے کے معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں کی رائے اس کے آزاد ہونے کے حق میں تھی، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر فیصلہ کیا۔پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اس نے اپنی رائے تبدیل کر کے دوبارہ اس کی لونڈی ہونے کا قول اختیار کیا۔سنن سعید بن منصور کی روایت مطابق حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فرای عمر وعلی فی الجماعۃ احب الینا من رای واحد"(55)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اجتماعی رائے ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انفرادی رائے سے پسندیدہ ہے۔

ایک مقتول کے بدلے پوری جماعت کے قتل کرنے کا حکم:

قرآن کریم کی آیت "وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین" اور "کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد" سے تو ایک قاتل کا حکم معلوم ہوا کہ اسے قصاصا قتل کیا جائے گا۔لیکن یہ بات مبہم تھی کہ اگر ایک مقتول کے قتل میں پوری جماعت ملوث ہو، تو کیا پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا یا اس کے متعلق شریعت کا حکم کوئی اور ہے؟ چنانچہ ایک دفعہ یمن میں ایک عورت نے اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر اپنے شوہر کے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔یمن کے عامل یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعے کے متعلق خط لکھا اور اس فیصلے کی بابت امیر المؤمنین کی رائے دریافت کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے توقف کیا، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے مشورہ طلب کیا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یا امیر المؤمنین، ارایت لو ان نفرا اشترکوا فی سرقۃ جزور، فاخذ ھذا عضوا وھذا عضوا، اکنت قاطعھم"(56)

ترجمہ: اے امیر المؤمنین! اگر کئی افراد مل کر کسی (ذبح شدہ) اونٹنی کی چوری کر لیں، ایک عضو ایک نے لیا، دوسرا دوسرے نے، تو کیا آپ ان سب کے ہاتھ کاٹوں گے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! میں سب کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں گا۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس مسئلے کو بھی اس پر قیاس کریں۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو لکھا:

"اقتلھما فلو اشترک فیہ اھل صنعاء کلھم لقتلتھم"(57)

یعنی دونوں کو قتل کر ڈالو! اگر اس قتل میں پورا صنعا شہر بھی شریک ہوتا تو میں سب کو قتل کر ڈالتا۔

اس کے علاوہ دور فاروقی میں بہت سارے مسائل کا حل اجتماعی اجتہاد کے ذریعے تلاش کیا گیا اور یوں امت مسلمہ کے لیے سہولت کے ساتھ شرعی احکامات واضح کر دیئے گئے، جیسے غیر اقوام کے تجار سے ٹیکس وصول کرنا، (58) مجبور زانی سے حد زنا کا اسقاط (59) اور عدالتی فیصلوں میں اجتماعی اجتہاد سے رہنمائی حاصل کرنے کے سلسلے میں قاضی شریح ؒ کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط لکھنا وغیرہ وغیرہ۔ (60)

تابعین اور ائمہ اربعہ کے دور میں اجتماعی اجتہاد

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے مبارک دور کے بعد تابعین اور ائمہ اربعہ کا دور شروع ہوا۔ یہ دور علمی اور عملی اعتبار سے واقعۃً خیر القرون کا مصداق رہا۔ دراصل اس جماعت کے سرکردہ افراد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فیض یافتہ تھے۔ ڈاکٹر تاج عبد الرحمٰن عروسی کے بقول:

"تابعین کی بڑی تعداد نے صحابہ کرامؓ سے علم حاصل کیا۔ جن میں حضرت سعید بن المسیبؒ سب سے ممتاز اور نمایاں تھے۔ آپؒ کو صحابہ کرامؓ کے زمانے ہی میں فتوی دینے کا شرف حاصل ہے۔ آپؒ کے علاوہ عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبد الرحمٰن المخزومی، خارجہ بن زیدبن ثابت، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود اور علی بن حسین بن علی زین العابدین وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ علم وفضل کے اعتبار سے اعلی درجے پر فائز افراد اس دور میں موجود تھے۔ (61)

لیکن حافظ محمد زبیر صاحب کے بقول اسی زمانے میں اجتماعی اجتہاد کا عمل فکری و سیاسی اختلافات کی نظر ہو چکا تھا۔

تاہم پھر بھی کسی نہ کسی صورت میں اجتہادی عمل کو پذیرائی ملی۔ مثلاً:

فقہائے سبعہ کی مجلس مشاورت

مدینہ طیبہ میں جو سات مشہور فقہا تھے، یعنی حضرت سعید بن المسیبؒ، سلیمان بن یسارؒ، سالم بن عبد اللہؒ، قاسم بن محمدؒ، عروہ بن زبیرؒ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؒ اور خارجہ بن زیدؒ۔ ان کی باہمی علمی محفل ومجلس منعقد ہوتی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن عساکرؒ لکھتے ہیں:

"وكانوا اذا جائتهم المسئلة دخلوا فيه جميعاً فنظروا فيها ولا يقضى القاضى حتى يرفع اليهم فينظرون" (62)

ترجمہ: جب ان لوگوں کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو یہ حضرات اس میں باہمی طور سے غور وفکر کرتے، اور کوئی بھی قاضی کسی (نئے) مسئلے میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرتا، جب تک کہ وہ ان کی مجلس میں اس مسئلے کو پیش نہ کر لیتا تھا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا بصرہ کے امیر کے نام خط

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے زمانہ خلافت میں بصرہ کے امیر عدی بن ارطاۃ کے نام خط لکھا کہ تمام قاضیوں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ ہر فیصلہ قرآن وسنت کے احکامات کے مطابق صادر فرمائیں۔اگر ایک حکم قرآن و سنت میں نہ ملے تو ہدایت یافتہ ائمہ کے فیصلوں پر فیصلہ کریں۔اگر ائمہ کے فیصلوں میں سے بھی کچھ نہ ملے تو پھر اہلِ علم ورائے سے مشورہ کرکے فیصلہ کر لیا کرو۔ (63)

ائمہ اربعہ کے دور میں اجتماعی اجتہاد:

ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے مجتہدین تھے۔ان کی علم وتقویٰ کی شان ہی کچھ ایسی تھی کہ انسانیت کے لیے نمونہ تقلید بن گئے۔یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے فقہ اور اصولِ فقہ کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرکے ہفت اقلیم میں متعارف کیا۔قرآن وحدیث سے باقاعدہ اجتہاد و استنباط کرکے احکامات نکالتے رہیں اور امتِ مسلمہ کے لیے ہدایت کی راہ ہموار کرتے جاتے۔ائمہ اربعہ مشہورہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے فقہاء تھے جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے اور باقاعدہ اجتہاد کرکے مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے تھے۔انفرادی اجتہاد کے علاوہ فقہاء اور مجتہدین کی آپس میں مشاورت بھی ہوتی، جس کے ذریعے مسائل کا حل اجتماعی طور سے نکالا جاتا، مثلا امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ سے ملنے جاتے، علمی مناظرے کرتے، جو تعصب اور تنگ نظری سے پاک و صاف ہوتے۔ (64) اسی طرح اگر ایک امام کو دوسرے امام کا قول اور دلیل قوی محسوس ہوجاتا تو اپنے قول سے رجوع کر لیتے، جیسے صاع کی مقدار کے مسئلے میں امام ابویوسفؒ نے امام مالکؒ کے قول کی طرف رجوع کیا۔(65)

امام ابو حنیفہؒ کا چالیس فقہا پر مشتمل بورڈ کا قیام

بعض تاریخی روایات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے زمانے میں چالیس فقہاء کی ایک مجلس قائم کی ہوئی تھی۔علامہ موفق فرماتے ہیں:

"فوضع ابو حنيفة مذهبه شورى بينهم لم يستمد بنفسه دونهم" (66)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے اپنا مذہب شورائی رکھا، وہ شرکائے شوریٰ کو چھوڑ کر تنہا اپنی رائے مسلط نہیں کرتے۔

یہ فقہا آپس میں مل بیٹھ کر امتِ مسلمہ کو درپیش فقہی مسائل پر سیر حاصل بحث و مباحثہ کرنے کے بعد حل نکال دیتے۔ علامہ خوارزمیؒ کے بقول تراسی ہزار مسائل کا حل اسی فقہی بورڈ نے نکالا ہے، جس میں اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے ہیں۔ (67) حضرت امام اعظمؒ کی مجلس میں جو فقہائے کرام شریک ہوتے تھے، ان میں سے ہر ایک اپنے فن میں ماہر تھا۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلؒ کے بقول یہ مجلس مشاہیر علمائے مجتہدین اور فضلائے متقدمین پر مشتمل تھی اور پھر اس مجلس کے ارکان کے نام ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے فن کا بھی تذکرہ کیا۔ (68) یہی وجہ ہے کہ مشہور محدث وکیع بن الجراحؒ نے فرمایا:

"امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کاموں میں غلطیاں کس طرح رہ سکتی تھیں، جب کہ ان کے ساتھ تدوین فقہ اسلامی کے کام میں امام ابویوسفؒ جیسے قیاس واجتہاد کے ماہر، یحییٰ بن زکریا بن زائدہ اور حفص بن غیاص جیسے فن حدیث کے ماہر اور قاسم بن معن جیسے عربیت اور لغت کے ماہر شریک کارتھے۔ (69)

اجتماعی اجتہاد اور دور حاضر میں اس کی ضرورت

آج دنیا ایک گلوبل ویلیج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ انتہائی برق رفتاری سے دنیا میں تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ نئے نئے ایجادات اور ترقیاتی امور کی طرف دنیا گامزن ہے۔ ایسی صورت حال میں شرعی احکام اور فقہی مسائل کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔

اگرچہ اسلام کے بنیادی اصولوں میں فطرتی طور سے انتہائی لچک ہے، جو ہر زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم آہنگی حاصل کرتے ہیں، تاہم اس ہم آہنگی کے لئے ہر زمانے کے علمائے کرام اور فقہائے عظام کی جاندار خدمات اور محنتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح کہ ماضی کے علماء اور فقہاء کی قابل قدر خدمات اور کاوشیں ہمارے سامنے ہیں۔ بلا شبہ اس میدان میں ان کے کار ہائے نمایاں ناقابل فراموش ہیں۔ چونکہ انسان کی ضروریات بے شمار ہیں جس کی وجہ سے بے شمار مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے حکم دیا:

"فاعتبروا یا اولی الالباب" (سورۃ حشر)
ترجمہ: عبرت حاصل کرو اے بصیرت والو۔

علامہ ابو بکر جصاص رازیؒ اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فیہ امر بالاعتبار و القیاس فی احکام الحوادث ضرب من الاعتبار فوجب استعمالہ بظاہر الأیۃ" (70)
یعنی اس میں اعتبار کا حکم ہے اور جدید پیش آمدہ مسائل میں قیاس اعتبار ہی کی قسم ہے لہٰذا قیاس کا استعمال ظاہر آیت سے واجب ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا کہ جب بھی کوئی معاملہ تمھارے سامنے آئے تو اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ اس کے بعد لکھا:

"الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی القرآن العظیم و السنۃ ثم اعرف الامثال و الاشباہ وقس الامور عند ذالک" (71)
یعنی معاملات کے بارے میں قران و سنت سے رہنمائی نہ ملے اور وہ تمہارے دل میں کھٹکیں، تو ان پر خوب غور کرو اور فہم سے کام لو، پھر مثالوں اور نظیروں کو معلوم کرو، اس کے بعد قیاس کرو۔

اسی طرح صحابی رسولﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو علم و فہم کا سر چشمہ تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ ہمیں قضاء اور فیصلوں سے متعلق کوئی مشکل ہی نہیں تھی، کیونکہ وہ زمانہ حضور اکرمﷺ کی حیات طیبہ کا زمانہ تھا اور تمام مسائل کا حل دربار نبویﷺ سے بآسانی مل جاتا تھا۔ مولانا سید منت اللہ رحمانی کے بقول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"اب ہمارے لئے راہ عمل یہی ہے کہ ہم کتاب اللہ کو رہنما بنائیں۔ اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ہے تو جناب نبی کریمﷺ کے فیصلوں کی طرف متوجہ ہوں اور تیسرے نمبر پر صالحین کے فیصلوں سے رہنمائی حاصل کریں اور اگر یہاں بھی مشکل حل نہ ہو تو پھر راہ اجتہاد کی ہے" (72)۔

اسی طرح کا عمل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ لکھتے ہیں:

"كان ستة من اصحاب النبیﷺ يتذاكرون الفقه بينهم علی، ابی، ابو موسى عليحدة، عمر، زيد، ابن مسعود عليحدة"(73)

جناب رسول کریمﷺ کے اصحاب میں سے چھ حضرات ایسے تھے جو آپس میں فقہی مسائل پر مذاکرہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابو موسیٰؓ اشعری ایک ساتھ مذاکرہ کرتے تھے، جب کہ حضرت عمرؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک ساتھ مذاکرہ کرتے تھے۔

بہر حال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کے انفرادی اور اجتماعی اجتہادات کے حوالے سے تفصیلی بحث ما قبل صفحات کی زینت بن چکی ہے، تاہم ان تمام باتوں کے ذکر کرنے سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اجتہاد بذات خود ایک ایسا عمل ہے جسے کسی بھی زمانے میں نظر انداز کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔البتہ جب یہ اجتہاد اجتماعی طور سے ہو تو اس کی تقویت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شکوک و شبہات کے خدشات بھی کم ہو جاتے ہیں۔

اجتماعی اجتہاد کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے کیونکہ اس کے قائلین کی نظر اس کے ثمرات و نتائج پر ہوتی ہے۔یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے ذخیرہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے اجتہاد ہی ایک راستہ ہے۔دور نبویﷺ سے یہ سلسلہ شروع ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا کیونکہ اس کے بغیر قرآن و حدیث سے نئے نئے مسائل کا حل نکالنا ممکن ہی نہیں۔(74)

اجتماعی اجتہاد اور عصری ادارے

بلا شبہ اجتماعی اجتہاد ایک ایسی کڑی ہے جو قیامت تک کے آنے والے فقہاء اور اہلِ علم کو پیچیدہ اور غیر منصوص مسائل کے حل کی نسبت سے جڑے ہوئے ہیں۔غرض ہر زمانہ شرعی مسائل کے لحاظ سے پیچیدگیوں اور مشکلات کا شکار ہوجاتا ہے، جس کے حل کے لیے اہلِ علم کے پاس یہی ایک بہترین راستہ ہے کہ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے حل نکالا جائے۔چنانچہ حسبِ روایت موجودہ دور میں کئی سارے ادارے ایسے ہیں جو اجتماعی اجتہاد کے عمل کو پذیرائی دے رہے ہیں، جن میں سے چند کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے:

مجمع البحوث الاسلامية قاهرة

یہ ادارہ جامعہ ازہر مصر کا ایک شعبہ ہے۔اس کا کام یہ ہے کہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل پیش کرے اور دین اسلام پر مستشرقین اور عیسائیوں کی طرف سے وارد شدہ اعتراضات کا شافی جواب دے تاکہ مسلمان عقیدے کے لحاظ سے تزلزل کا شکار نہ ہوں۔(75) ۱۹۶۱ء میں اس ادارے کی بنیاد رکھی گئی۔ شیخ الازہر اس کا سربراہ ہوتا ہے۔(76) ۱۹۶۴ء میں مجمع کے تحت ایک عالمی اجتماع کا انعقاد ہوا، جس میں مختلف موضوعات جیسے قیاس، اجتہاد اور تلفیق مذاہب وغیرہ پر مقالے پڑھے گئے۔جامعہ ازہر کے معروف عالم دین ڈاکٹر شیخ عبدالحلیم محمود، جو کہ بعد میں شیخ الازہر بھی بنے، نے اجتہاد کی حقیقت کو نہایت بلیغ انداز میں پیش کیا۔مولانا منت اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

"اجتہاد طے شدہ اصول کی روشنی میں جدید حالات ومسائل کے شرعی احکام کا انکشاف ہے، کسی نئے حکم کی اختراع نہیں، یہ سابق کی اتباع ہے، نئی ایجاد نہیں۔یعنی اجتہاد کا بنیادی رکن دینی نصوص کی روشنی میں

آنحضور ﷺ کے طریقہ کی تحقیق اور نئی پیش آمدہ جزئیات کا حکم دین کے ثابت شدہ اصول کی روشنی میں معلوم کرنا ہے۔اس لیے نہ یہاں کوئی غیر مستند رائے ہے اور نہ کسی نئے اصول کی وضع واختراع۔اسی وجہ سے یہاں کسی ایسی شخصی رائے کی گنجائش نہیں ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت نہ ہو"۔(77)

اہداف و مقاصد

مجمع البحوث الاسلامیہ کے اہداف و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: اسلامی علوم سے متعلقہ مختلف فروعی مسائل میں ٹھوس تحقیق پیش کرنا۔

۲: اسلامی ثقافت کی تجدید کے لیے سرگرم عمل رہنا اور فضول، لغو اور نقصان دہ چیزوں سے اسے پاک کرنا۔

۳: مذہبی، اجتماعی اور اقتصادی مسائل میں جہاں مشکلات پیش آئیں، وہاں اس کے متعلق اپنی رائے دینا۔

۴: اللہ تعالی کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھے طریقے سے بلانا۔

۵: اسلامی ثقافت کو علمی طور پر بین الاقوامی معیار کے مطابق ہر قسم کے ماحول میں عام کرنا۔

۶: اسلامی علمی وراثت کی تحقیق اور اشاعت۔

۷: جامعہ ازہر کے وفود کو بیرونی دنیا میں بھیجنا اور وہاں سے آنے والے وفود کا جامعہ ازہر سے رابطہ کرانا۔(78)

المجمع الفقہی الاسلامی (مکہ مکرمہ):

رابطہ عالمی اسلامی نے ذیقعد ۱۳۹۳ ھجری کو مکہ مکرمہ "المجمع الفقہی الاسلامی" قائم کی۔جس کا مقصد آئے روز نت نئے مسائل کا حل اجتماعی اجتہاد کے ذریعے امت کے سامنے پیش کرنا تھا۔(79) اس مجلس کے ممبران سعودی عرب اور دیگر ممالک کے اہل علم اور فقہاء ہیں جو سال میں دس روز مجلس منعقد کرکے مسائل پر بحث وتمحیص کرکے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔(80)

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ

۱۹۸۱ء میں او۔آئی۔سی کانفرنس کا تیسرا اجلاس سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں ہوا، جس میں اس ادارے کے قیام کا فیصلہ ہوا۔(81) دنیا کے بہت سارے ممالک کے فقہاء اس کے ارکان ہیں۔وطن عزیز پاکستان سے اس کے رکن شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

قیام کا مقصد

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ اسی ادارے کے ممبران علماء، فقہاء، سائنسدان اور مختلف اسلامی، ثقافتی، معاشی اور سائنسی علوم کے ماہرین ہوں گے تاکہ وقت کی ضرورت کے مطابق پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کریں اور امت مسلمہ کی بروقت رہنمائی کریں۔اسی طرح اس کے قیام کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ یہ ادارہ شریعت مطہرہ کی اصل روح کو دنیا کے سامنے احسن طریقے سے پیش کرے گا۔(82)

مجمع الفقہ الاسلامی انڈیا

۱۹۸۸ء میں انڈیا کے شہر نئی دہلی میں یہ ادارہ قائم ہوا۔اس کے بانی مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ ہیں۔انہوں نے مرتے دم تک ادارے کی رہنمائی کی۔یہ اکیڈمی ایک تحقیقی ادارہ ہونے کی حیثیت سے رجسٹرڈ ہے۔ہندوستان سمیت پوری دنیا میں اپنے ممتاز کارناموں کی وجہ عزت کی نگاہ سے اس کو دیکھا جاتا ہے۔امت مسلمہ میں اس کو ایک معزز مقام حاصل ہے۔یہ ادارہ دوسرے ملکی اور بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مضبوط تعلقات استوار رکھتا ہے۔(83)

مجمع الفقہ الاسلامی انڈیا کے مقاصد واہداف

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے قیام کے اغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ زندگی کے مختلف شعبہ جات جیسے معاشرتی،سیاسی،معاشی،صنعتی اور ٹیکنالوجی میں انقلابات کے رونما ہونے کی وجہ سے عصر حاضر میں امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا حل قرآن و حدیث اور نامور علمائے کرام کی آپس میں بحث وتمحیص اور اجتماعی اجتہاد کے ذریعے نکالنا۔

۲۔ فقہ اور اصول فقہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتماعی اجتہاد کے ذریعے موجودہ مسائل اور ماضی کے وہ مسائل جن پر نظرثانی کرنے کی ضرورت ہے،کا حل دریافت کرنا،نیز زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں تحقیقی کام جاری رکھنا۔

۳۔ اسلامی فقہ کے مآخذ،اصول،طریقہ کار اور دیگر نظریات پر تحقیقی منصوبے سر انجام دیتے ہوئے دور حاضر میں عملی جامہ پہنانا۔

۴۔ اسلامی فقہ کی موجودہ دور کے مطابق تشریح کرنا۔

۵۔ فقہی تجاویز،تشریحات اور اسلامی قانون کو جانچنے اور انڈیا سمیت دیگر ممالک میں لاگو کرنے کے سلسلے میں تمام تحقیقی اداروں کے ساتھ امداد باہمی کو فروغ دینا۔

۶۔ اسلامی اصول فقہ سے متعلق مختلف عنوانات کا ایک انڈیکس تیار کرنا۔

۷۔ فقہی تجاویز کو جمع کرنا،نظر ثانی کرنا اور آنے والی نسل کے فائدے کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے شائع کرنا۔

۸۔ سیمینار،بزم کانفرنس اور مطالعاتی ٹیموں کا انعقاد کرنا۔

۹۔ معاشرے میں مختلف طبقات کے اندر اسلامی اصول فقہ سے متعلق رائج غلط فہمیاں اور غلطی پر مبنی تشریحات کی جانچ پڑتال کر کے صحیح اور حقیقی اسلامی نقطہ نظر کو آشکارا کرنا،وغیرہ وغیرہ۔(84)

الغرض اجتماعی اجتہاد کے ذریعے مسائل کے حل کا استنباط واستخراج اور قابل تحقیق مسائل پر تحقیقی مقالے لکھنا اس ادارے کے منجملہ اہم مقاصد میں سے ہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اسلامی نظریاتی کونسل کی عمارت

اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے جو ۱۹۶۲ء کے آئین کے آرٹیکل ۲۰۴ کے تحت قائم ہوا۔ اس ادارے کے قیام کا بنیادی مقصد پارلیمنٹ کے قوانین کی جانچ پڑتال کرنا ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو یہ ادارہ حکومت کو اس قانون سے متعلق اپنے تحفظات سے آگاہ کرے گا۔۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل ۲۲۸ کے تحت اس ادارہ کو منظم کیا گیا۔ آرٹیکل ۲۲۸ کی رو سے اس کے ممبران کی تعداد آٹھ سے کم اور ۲۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ ممبران کے تقرر کے سلسلے میں سید ذکی عباس لکھتے ہیں کہ:

"ممبران کا تقرر صدرِ پاکستان کی صوابدید پر ہو گا اور وہ ایسے افراد کو نامزد کریں گے جو اسلامی قوانین اور فلسفے کو قرآنِ پاک اور سنت نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کے تحت سمجھتے ہوں اور انہیں پاکستان کے اقتصادی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی معاملات کے زمینی حقائق کے بارے میں مکمل آگاہی ہو"۔(85)

کونسل کے ارکان میں سے دو ارکان سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کے سابقہ جج ہوں گے، ایک خاتون رکن ہو گی جبکہ کونسل کی ایک تہائی ارکان کم از کم پندرہ سال سے اسلامی تحقیق سے وابستہ ہوں، نیز یہ ارکان تین سال کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ ان ارکان میں سے ایک رکن چیئرمین مقرر کیا جاتا ہے۔(86)

اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کا مقصد

انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے پاکستان کے مسلمانوں کی زندگی قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے لیے پارلیمنٹ کو تجاویز دینا، موجودہ قوانین کو اسلامی احکامات کے تحت لانے کے لئے تجاویز پیش کرنا اور ایسے اقدامات کو مؤثر بنانا، مجلس شوریٰ کی رہنمائی کے لیے ایسے طریقے وضع کرنا کہ جس سے اسلامی احکامات کو قانونی اثر دیا جاسکے، شامل ہیں۔(87)

اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس کا منظر

اسلامی نظریاتی کونسل کی چند چیدہ چیدہ سفارشات

اسلامی نظریاتی کونسل نے ڈی۔ این۔ اے ٹسٹ کو زنا اور زنا بالجبر جیسے کیسوں میں مرکزی شہادت کے بجائے ضمنی شہادت قرار دیا، جس کی وجہ سے میڈیا، عالمی تنظیموں اور صحافیوں کو زبردست تنقید کا موقع ملا۔ یوں کونسل نے اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کی۔(88) تاہم حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی نے کہا ہے کہ ڈی۔ این۔ اے ایک مفید سائنسی ایجاد ہے، اس سے زنا کا جرم تو ثابت ہو سکتا ہے لیکن زنا بالجبر نہیں۔ اس لیے ڈی۔ این۔ اے کو مرکزی نہیں بلکہ ضمنی شہادت کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔ جج زنا بالجبر کے کیس میں دیگر کئی ثبوتوں کے ساتھ ڈی۔ این۔ اے کو بھی سزا کی

بنیاد بنا سکتا ہے۔مولانا شیرانی نے مزید کہا کہ تحفظ حقوق نسواں قانون کی کئی دفعات قرآن و سنت کے منافی ہیں اس لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے اسے مسترد کر دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ناموس رسالت قانون میں کسی تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں، جھوٹی ایف آئی آر درج کرنے والے کے خلاف کارروائی کے لیے قوانین پہلے سے موجود ہیں، جو ناموس رسالت کے معاملے میں بھی لاگو ہوتے ہیں۔(89)

کلوننگ، ٹسٹ ٹیوب بے بی، تبدیلی جنس اور کئی سارے غیر شرعی امور اس ادارے نے حکومتی سطح پر حرام قرار دیئے جو یقیناً ایک قابل قدر اقدام ہے۔(90)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پاکستان میں حکومتی سطح پر مشہور و معروف ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل ہے۔یہ ادارہ پاکستانی قوانین کو قرآن و سنت کے ترازو میں تول کر پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو آگاہ کرتا ہے۔جو قانون شریعت مطہرہ سے متصادم ہو، تو اس کے ٹھیک کرنے میں یہ ادارہ حکومت کی رہنمائی کرتا ہے۔(91)

مذکورہ بالا اداروں کے علاوہ اور بھی کئی سارے ادارے ایسے ہیں جن کی شب وروز محنتوں سے امت مسلمہ فیض یاب ہو رہی ہے۔جیسے "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" وغیرہ۔

خلاصہ بحث

اس سے کوئی انکار نہیں کہ موجودہ دور میں امت کو درپیش مسائل کا حل اجتماعی اجتہادات ہی کی وجہ سے ممکن ہوا۔مالیاتی امور میں شریعہ سٹینڈرڈز کا تذکرہ قابلِ ذکر ہے جس کی بدولت آج پوری دنیا میں اسلامی بنیادوں پر بینکاری کا نظام رائج ہے۔جس کی وجہ سے لوگ سود جیسے قبیح گناہ سے محفوظ ہو رہے ہیں۔انشورنس کی لعنت سے چھٹکارا پایا گیا اور اس کے متبادل تکافل کو پروان چڑھایا گیا۔عالم اسلام کے علمائے کرام نے مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے اجلاس میں متفقہ طور سے انشورنس کے مروجہ تمام طریقوں کی حرمت کا فتوی دیا۔اسی اجلاس میں ۱۴۵ ممالک کے ۱۵۰ علمائے کرام شریک تھے۔(92) اسی طرح پگڑی، اعضا کی پیوند کاری، ضبط تولید، جنرل پرائیوڈنٹ فنڈ پر زکوۃ، سود، اور دیگر اہم اور بڑے بڑے مسائل کا حل انہی اداروں کی محنتوں اور برکتوں کی مرہون منت ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ فقہائے امت کے لیے تحقیق کی راہیں ہموار کرے اور اس راہ کی تمام رکاوٹیں دور فرمائے۔آمین

حوالہ جات

(1) موطا امام مالک، باب النھی عن القول بالقدر

(2) حافظ ابن القیم، اعلام الموقعین:۱۰،۱۱/۱

(3) امام محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح:۵۹۱/۱

(4) الخطیب البغدادی، الفقیہ والمتفقہ:۱۸۸

(5) امام مسلم، صحیح مسلم ، باب جواز قتال من نقض العھد

(6) عبد المجید السوسوہ الشرفی، الاجتھاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ بدولۃ قطر

(7) ابن منظور، لسان العرب:۷۰۸/۶، دارالمعارف، القاھرہ

(8) ایضا ۷۰۹/۶

(9) الغزالی، المستصفی:۳۵۰/۲، امیر بادشاہ، التیسیرالتحریر:۱۷۸/۴،عبد المجید السوسوہ الشرفی، الاجتھاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، ابن امیر الحاج، التقریر والتحبیر:۲۸۵/۳، الرازی، المحصول:۱۳۶۳/۱۴،الشوکانی، ارشاد الفحول:۷۱۵/۲

(10) کمال الدین ابن ہمام، فتح القدیر:۶/۳۶۲
(11) امیر بادشاہ، التیسیرالتحریر:۴/۱۷۹، ابن امیر الحاج، التقریر والتحبیر:۳/۲۹۱
(12) جرجانی، التعریفات، ص:۴
(13) شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص:۶
(14) الشوکانی، ارشاد الفحول:۲/۷۱۵
(15) مہا سعد، الاجتہاد المقاصدی فی عصر الخلفاء الراشدین، ص:۳
(16) عبد المجید السوسوہ الشرفی، الاجتہاد الجماعی فی التشریع الاسلامی
(17) الغزالی، المستصفی، مسألة فی وجوب الاجتهاد علی المجتهد
(18) حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲/۲۴۰,۲۳۹
(19) مفتی محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ص:۱۱۱۰، مکتبہ معارف القرآن، کراچی
(20) کشف الاسرار:۳/۳۸۶
(21) منہاج الوصول:۲/۹
(22) الغزالی، المستصفی:۲/۳۵۵
(23) البہاری، مسلم الثبوت وشرحہ فواتح الرحموت:۲/۴۰۷
(24) اصول السرخسی:۲/۲۰۸، ایضا کشف الاسرار:۳/۳۸۶
(25) المنخول:۱/۵۸۷
(26) مسند احمد، رقم الحدیث:۱۳۲
(27) شرح الزرقانی علی الموطا:۲/۲۲۱
(28) حافظ ابن القیم، اعلام الموقعین:۱/۱۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
(29) مولانا اشرف علی تھانویؒ، بیان القرآن:۱/۲۹۴، مکتبہ رحمانیہ، لاہور
(30) امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، حدیث:۳۱۱۲
(31) امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ:۱/۲۳۳، حدیث:۷۰۷ بحوالہ حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲/۲۲۸
(32) القبس شرح الموطا لامام مالک:۱/۱۹۵,۱۹۴ بحوالہ الاجتہاد الجماعی، الدکتور احمد الریسونی، ص: ۵
(33) امام بخاری، الجامع الصحیح، بحوالہ محمد یوسف فاروقی، اجتہاد مناہج واسالیب:۴۴,۴۳
(34) الطبقات الکبری:۱/۲۵۱، بحوالہ حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲/۲۲۸
(35) الصحیح لمسلم، حدیث:۱۷۷۹
(36) شرح النووی علی مسلم:۶/۲۳۴
(37) المعجم الکبیر للطبرانی:۲۰/۶۷، ایضا فتح القدیر:۳/۱۷
(38) امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۳۹۱۰ بحوالہ حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲/۲۳۲
(39) حافظ ابن القیم، اعلام الموقعین:۱/۱۶۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
(40) امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد:۲/۱۴۹
(41) امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب الوضوء مما غیرت النار، ایضا فی مصنف عبد الرزاق وفی مسند الصحابة فی الکتب التسعة
(42) الشیخ محمد الحضری، تاریخ التشریع الاسلامی، ص:۱۲۸، دارالفکر
(43) ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی، سنن الدارمی:۱/۵۲، ایضا اعلام الموقعین:۱/۶۲
(44) اعلام الموقعین:۱/۶۲

(45) امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۳۴۶۷

(46) الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد:۳۴۵/۱، حدیث: ۳۲۳

(47) حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲۳۹,۲۴۰/۲

(48) شرح النووی علی مسلم:۹۱/۱

(49) امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۴۷۱۰

(50) المعجم الکبیر، باب ما اسند ابو بکر:۶۳/۱، حدیث:۴۶

(51) امام نسائی، السنن الکبریٰ:۲۵۲/۳

(52) حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲۴۳/۲

(53) سورة المائدة

(54) ملخص از السنن الکبری للبیہقی:۳۰/۸

(55) سنن سعید بن منصور، کتاب الطلاق:۶۰/۲

(56) الاحکام للآمدی:۴۳/۴، ایضا الاحکام لابن حزم، ایضا اعلام الموقعین، قیاس الصحابة فی الجد مع الاخوة

(57) الشاطبی، الاعتصام:۱۲۵/۲

(58) مصنف عبد الرزاق، حدیث: ۱۶۸۲۷

(59) السنن الکبری للبیہقی، کتاب القسامة:۲۳۶/۸

(60) سنن الدارمی، حدیث: ۱۶۷

(61) الفقه الاسلامی فی میزان التاریخ، ص: ۱۱۳,۱۱۴

(62) حافظ ابن عساکر، تاریخ دمشق، باب حرف السین:۵۷/۲۰

(63) ابن خلف الوکیع، اخبار القضاة:۷۷/۱بحوالہ حافظ محمد زبیر، اجتماعی اجتہاد، ایک تجزیاتی جائزہ:۲۶۰/۲

(64) شیخ ابو زہرہ، امام مالک، ص: ۱۳۷

(65) ایضاً

(66) موفق، مناقب ابی حنیفہ:۱۳۳/۲، بحوالہ قاموس الفقہ: ۳۶۰/۱

(67) ملا علی القاری، مناقب الامام اعظم، ص: ۴۷۳ بحوالہ قاموس الفقہ: ۳۶۰/۱

(68) عمدة الرعایة، بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۳۶/۱، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراچی

(69) جامع المسانید:۳۳/۱ بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۳۶/۱

(70) الجصاص، احکام القرآن بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۲۲/۱

(71) بدائع الصنائع بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۲۴/۱

(72) مولانا سید منت اللہ رحمانی، خطبہ افتتاحیہ، جدید فقہی مباحث: ۲۵/۱

(73) آثار امام محمد بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۳۴/۱

(74) مولانا سید منت اللہ رحمانی، خطبہ افتتاحیہ، جدید فقہی مباحث: ۲۵/۱

(75) http://banuri.edu.pk/ur/node/946

(76) عبد المجید السوسوہ الشرفی، الاجتهاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، ص: ۱۳۸ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة بدولة قطر

(77) جدید فقہی مباحث: ۲۷/۱

(78) http://www.alazhar-alsharif.gov.eg/item/158/2

(79) عبد المجید السوسوہ الشرفی، الاجتهاد الجماعی فی التشریع الاسلامی، ص: ۱۳۹ وزارة الاوقاف والشئون الاسلامیة بدولة قطر

(80) الزرقائ، الاجتہاد ودور الفقہ، ص: ۵۲، بحوالہ الاجتہادالجماعی وتطبیقاتہ، ص: ۱۰۳

(81) http://www.fiqhacademy.org.sa

(82) ایضاً

(83) Report (Islamic Fiqh Academy) page: 5, year:1889-2013, islamic Fiqh Academy India

(84) A Brief Report: Islamic Fiqh Academy, year: 1889-2013,P:5,6

(85) سید ذکی عباس، اسلامی نظریاتی کونسل تعارف، ڈھانچہ اور ذمہ داریاں، ہفت روزہ نوائے اسلام کراچی

(86) ویمن اسلامک لائرز فورم، اسلامی نظریاتی کونسل اور قانون سازی، روزنامہ جسارت کراچی،۲۴جون ۲۰۱۳

(87) ایضا

(88) urdu-dawn.com/news/124064/cii_review_ruling_on_dna_admissiblity_in_rape_cases

(89) روزنامہ جنگ، ۲۳ستمبر ۲۰۱۳

(90) http://www.islamitimes.org/vdcc14q142bqsx8.c7a2.html

(91) http://en.wikipedia.org/wiki/council_of_islamic_ideology

(92) مفتی محمد تقی عثمانی، فتاوی عثمانی:۳۲۸/۳، مکتبہ معارف القرآن،کراچی